معصوم مجرم

جاوید اقبال

مجھے جنگل میں چھپے آج پانچواں دن تھا۔ پانچ دن سے میں جنگلی پھلوں اور درختوں کے پتے کھا کر زندہ تھا۔ ویسے میری جیب میں نوٹوں کی ایک گڈی بھی تھی، مگر اس جنگل بیاباں میں وہ روپے میرے لیے ردی کاغذوں کا ایک ڈھیر کی طرح تھے۔ خودرو جھاڑیوں میں چھپے ایک بڑے درخت کے کھوکھلے تنے کو میں نے اپنا ٹھکانا بنالیا تھا۔ سخت زمین پر نرم شاخوں اور پتوں کو بچھا کر بستر سا بنالیا تھا، جہاں میں چھپا رہتا۔ جب بھوک لگتی تو باہر نکلتا، ذرا کھٹکا ہوتا تو بھاگ کر اپنی پناہ گاہ میں چھپ جاتا۔

پانچ دن پہلے رونما ہونے والا وہ خوف ناک واقعہ بار بار میری آنکھوں کے سامنے اُبھرتا، جب میرے ہاتھوں ایک انسان کا قتل ہوگیا تھا۔

وہ ایک روشن صبح تھی جب جان پہچان کا ایک شخص میرے پاس آیا اور درخواست کی کہ میں اس کے ساتھ چلوں۔ اس نے بتایا کہ ایک لفنگا اسے تنگ کرتا ہے اور اس سے رقم مانگتا ہے۔ میں چوں کہ اچھے قد کاٹھ کا تھا اور تن سازی بھی کرتا تھا۔ علاقے میں میرا دبدبا بھی تھا، اس لیے وہ چاہتا تھا کہ میں اس کے ساتھ جا کر اس لفنگے کو ذرا ڈرا دھمکا دوں۔ مجھے چوں کہ اپنی دھاک بٹھانے کا ایک موقع مل رہا تھا، اس لیے میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

اس نے مجھے ایک پستول بھی دیا اور کہا: ''یہ صرف اسے ڈرانے کے لیے ہے۔''

ہم اسی وقت وہاں پہنچ گئے۔ وہ شخص ایک زیرِ زمین تہ خانے میں بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے بات کی تو اس نے ذرا اکڑ دکھائی۔ چناں چہ میں نے اسے ڈرانے کے لیے پستول نکال لیا۔ ہم میں ہاتھا پائی ہوئی۔ اسی دوران اچانک گولی چل گئی۔ وہ شخص خون

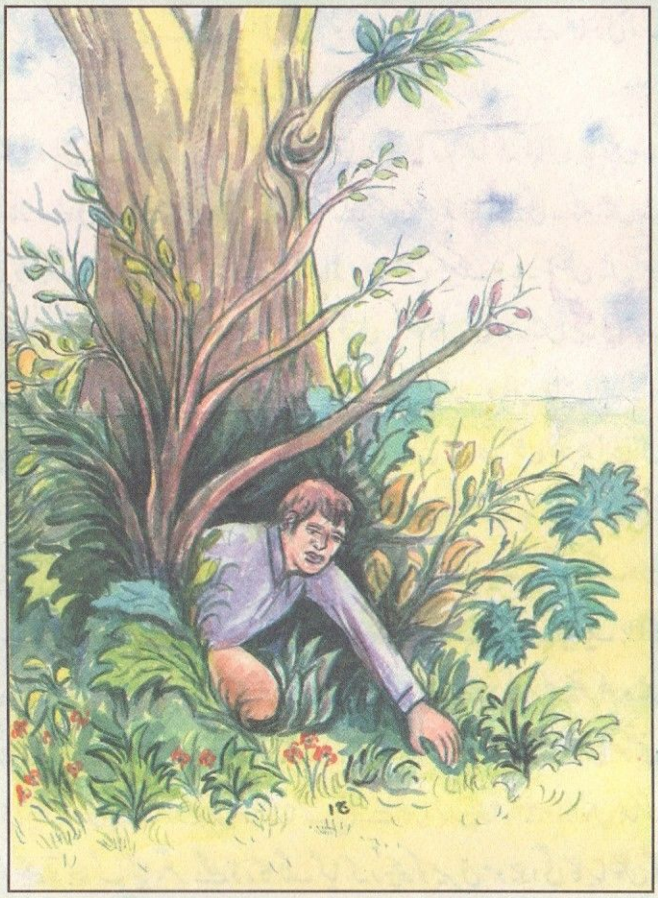

میں لت پت گر پڑا، جو شخص مجھے لے کر آیا تھا، بولا: ''یہ کیا کر دیا تم نے میں نے تو صرف ڈرانے کے لیے کہا تھا، تم نے اسے جان سے مار ڈالا۔''

اس نے مجھ سے پستول لے لیا اور کہا: ''جلدی یہاں سے بھاگ جاؤ، پکڑے گئے تو پھانسی چڑھ جاؤ گے۔''

میں وہاں سے بھاگنے لگا تو اس نے نوٹوں کی ایک گڈی مجھے تھما دی، ساتھ ہی پستول دے کر کہا: ''اسے کسی ویران جگہ پھینک دینا۔''

میں وہاں سے نکلا تو سخت گھبرایا ہوا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ کہاں جاؤں۔ گھر گیا تو پولیس پکڑ لے گی۔ رشتے داروں کے ہاں سے بھی ڈھونڈ نکالے گی۔ پھر میں نے جنگل میں چھپنے کا فیصلہ کر لیا۔ پستول کو میں نے جھاڑیوں میں پھینک دیا۔ جنگل میں تھوڑی سی تلاش کے بعد مجھے درختوں اور جھاڑیوں میں چھپی یہ کھوہ مل گئی اور میں یہاں چھپ گیا۔

بھوک لگتی تو جنگلی پھل یا پتے کھا لیتا۔ قریب ہی ندی بہ رہی تھی، وہاں پیاس بجھا لیتا۔

پانچ دن اور گزر گئے۔ ان دس دنوں میں مجھے کوئی انسانی شکل نظر نہ آئی تھی۔ تنہائی کاٹنے کو دوڑتی۔ جرم کا احساس الگ جان کھاتا۔ ہر وقت پکڑے جانے کا ڈر سا لگا رہتا۔ اتفاق سے ابھی کسی بڑے درندے سے میرا سامنا نہیں ہوا تھا۔ یہ خدشہ بھی ایک دن سامنے آ ہی گیا۔ میں اپنی پناہ گاہ میں بیٹھا تھا کہ ایک سیاہ چیز کو اِدھر آتے دیکھا۔ یہ ایک بڑا کالا ریچھ تھا، جو میری بُو سونگھتا اِدھر چلا آ رہا تھا۔ میں نے اپنی حفاظت کے لیے کچھ پتھر کھوہ میں جمع کر رکھے تھے۔ جیسے ہی ریچھ قریب آیا، میں نے زور سے چیخ ماری اور پتھر ریچھ کی تھوتھنی پر دے مارا۔ تھوتھنی پر لگی ہوئی چوٹ اور میری خوف ناک چیخ سے گھبرا کر ریچھ غراتا ہوا واپس بھاگ گیا۔

ریچھ تو بھاگ گیا، مگر مجھے ڈر کا لگ گیا کہ ریچھ کو میری موجودگی کا پتا چل گیا ہے۔ وہ اپنی چوٹ کا بدلہ لینے ضرور آئے گا۔ چناں چہ میں نے فیصلہ کیا کہ کوئی اور ٹھکانا ڈھونڈا جائے۔ میں کھوہ سے نکلا اور کوئی دوسرا ٹھکانا ڈھونڈنے لگا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ کچھ آہٹیں سنائی دیں۔ کچھ لوگ اِدھر آ رہے تھے۔ مجھے لگا جیسے وہ میری تلاش میں ہی آ رہے ہیں۔ میں بھاگا اور اپنی پناہ گاہ میں آ کر چھپ گیا۔ پھر آہٹیں اور آوازیں واضح

ہونے لگیں۔ ایک کتے کے بھونکنے کی آواز بھی آئی۔ وہ سدھائے ہوئے کتے کو لے کر میری تلاش میں آئے تھے۔ پھر کسی نے کہا: ''وہ یہیں ہے۔ اس کے قدموں کے نشان ہیں یہاں۔'' کھوجی کتا بھی جھنڈ کے پاس آ کے بھونکنے لگا۔

''تم پولیس کے گھیرے میں آ چکے ہو، باہر نکل آؤ۔'' ایک آواز آئی۔

اب چھپے رہنا بے کار تھا۔ میں نہتا تھا اور ان کے گھیرے میں آ چکا تھا۔ میں رینگتا ہوا کھوہ سے باہر نکل آیا۔

''آؤ آؤ۔'' پولیس کی وردی پہنے ایک افسر نے نرمی سے کہا۔ کتے کے علاوہ وہ چار آدمی تھے۔ مجھے گھیرے میں لے کر وہ چل پڑے۔

''میرا اسے جان سے مارنے کا ارادہ نہیں تھا۔ گولی اتفاقاً چل گئی۔'' میں نے اپنی صفائی میں کہا۔

پولیس انسپکٹر نے میری طرف دیکھا اور کہا: ''کچھ فکر نہ کرو، اصل مجرم گرفتار ہو چکا ہے اور اس نے اقرارِ جرم کر لیا ہے۔''

''لیکن پستول تو میرے ہاتھ میں تھا۔'' میں نے حیرت سے کہا۔

''ایک پستول مجرم کے پاس بھی تھا۔ جب تمھاری مقتول سے ہاتھا پائی ہوئی تو اس نے پیچھے سے اسے گولی مار دی۔ اس کی مقتول سے دشمنی تھی۔ اس نے سازش کی اور تمھیں ساتھ ملایا تھا، تاکہ اپنا جرم تمھارے سر تھوپ دے۔

''مگر آپ اس تک کیسے پہنچے؟'' میں نے اُلجھ کر کہا۔

''مقتول کے موبائل ڈیٹا سے مجرم کا مقتول سے موبائل پر رابطہ ہوا تھا۔ مجرم کا کہنا تھا کہ وہ بیچ بچاؤ کرا رہا تھا، مگر تمھارے پھینکے ہوئے پستول نے اس کا بھانڈا پھوڑ دیا،

کیوں کہ جب جھاڑیوں سے ہمیں وہ پستول ملا تو اس پر دو مختلف ہاتھوں کی اُنگلیوں کے نشان تھے۔ تمھیں پستول دیتے وقت اس نے چالاکی سے پستول بدل لیے تھے، مگر اپنی اُنگلیوں کے نشان مٹانا بھول گیا۔ جب ہم نے سختی کی تو اس نے سچ اُگل دیا۔''

''شکر ہے خدایا۔'' میں نے ایک لمبی سانس لے کر کہا۔

''اس آزمائش سے تم نے کیا سیکھا؟'' انسپکٹر نے پوچھا۔

''یہ کہ اپنی طاقت پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے، عاجزی اختیار کرنی چاہیے اور......''

''اور سوچ سمجھ کر کسی پر اعتبار کرنا چاہیے۔'' انسپکٹر نے بات مکمل کردی۔

☆☆☆

ہمدرد نونہال اب فیس بک پیج پر بھی

ہمدرد نونہال تمھارا پسندیدہ رسالہ ہے، اس لیے کہ اس میں دل چسپ کہانیاں، معلوماتی مضامین اور بہت سی مزے دار باتیں ہوتی ہیں۔ پورا رسالہ پڑھے بغیر ہاتھ سے رکھنے کو دل نہیں چاہتا۔ شہید حکیم محمد سعید نے اس ماہ نامے کی بنیاد رکھی اور مسعود احمد برکاتی نے اس کی آب یاری کی۔ ہمدرد نونہال ایک اعلا معیاری رسالہ ہے اور گزشتہ ۶۳ برس سے اس میں لکھنے والے ادیبوں اور شاعروں کی تحریروں نے اس کا معیار خوب اونچا کیا ہے۔

اس رسالے کو کمپیوٹر پر متعارف کرانے کے لیے

اس کا فیس بک پیج (FACE BOOK PAGE) بنایا گیا ہے۔

www.facebook.com/hamdardfoundationpakistan